تفقه فی الدین کریں اور ایسی امت بنیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ رمئی ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

پھر حضور نے فرمایا:

یہ دو آیتیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے، قرآن کریم کی دو الگ الگ سورتوں سے لی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ آل عمران کی ایک سو پانچویں آیت ہے دوسری سورۃ التوبہ کی ایک سو بائیسویں آیت ہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی قوم کھڑی ہو جائے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو اور نیکی کا حکم کرنے والی ہو اور بدیوں سے روکنے والی ہو۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

دوسری آیت کا ترجمہ ہے، اور یہ ممکن نہیں کہ مومن تمام کے تمام بحیثیت قوم کلھم خدا تعالیٰ

کے دین کی خدمت کے لئے یک دفعہ نکل کھڑے ہوں اس لئے ضروری ہے یا یہ ترجمہ یوں بنے گا۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ پھر ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کرتے رہیں اور پھر وہ مرکز میں پہنچ کر، جو مرکز ان کی تربیت کا مقرر کیا گیا ہو تفقہ فی الدین حاصل کریں دین کو سمجھیں اور ایسی قابلیت پیدا کریں تا کہ وہ دوسروں کو بھی سمجھا سکیں۔ تفقہ فی الدین صرف سرسری علم حاصل کرنے کو نہیں کہا جاتا بلکہ گہرائی سے علم حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے معاً بعد جو نتیجہ نکالا وہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ یہاں تعلیم و تربیت کے لئے گروہ تیار کرنا مراد ہے۔ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ تا کہ جب وہ واپس لوٹیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں اور لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تا کہ وہ بدیوں سے بچنے والے اور ہلاکت سے بچنے والے بن سکیں۔

یہ دو آیتیں میں نے آج کے خطبے کے لئے اس لئے اخذ کی ہیں کہ جہاں کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کو خوشخبریاں مل رہی ہیں اور فوج در فوج بعض علاقوں میں لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں، وہاں اس کے ساتھ ہی ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور وہ انذار کا پہلو یہ ہے کہ اگر ہم ان کی تربیت سے غافل رہے۔ یہ احمدیت میں داخل ہوئے اور ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے پہلے تھے یا ان کے ایمان کے استحکام کا انتظام نہ کیا اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لئے دعائیں نہ کیں ان کی تربیت اس رنگ میں نہ کی کہ ان کی بدیاں مٹنی شروع ہو جائیں اور ان کے بدلے نیکی کے رنگ چڑھنے شروع ہو جائیں تو یہ سارے جو نومبائع ہیں یا جو احمدیت میں اور اسلام میں نئے داخل ہوئے ہیں یہ خطرے کی حالت میں ہیں۔ کئی قسم کے خطرے ان کو درپیش ہیں اول یہ کہ ایمان کے بعد اگر کچھ عرصہ انسان علم اور تربیت سے محروم رہے تو اسی حالت میں وہ پختہ ہو جایا کرتا ہے پھر اس کو سمجھانے اور اس کی تربیت کرنے کے مواقع کم رہتے ہیں اور اگر آپ سمجھانے کی کوشش بھی کریں تو وہ شخص جو تازہ ایمان لایا ہو اس کے سمجھنے اور اس کے تعاون کرنے کے نفسیاتی طور پر زیادہ امکانات ہیں اور جو اس حالت میں دیر تک آ کر سرد ہو چکا ہو اس کے تعاون کرنے کے امکانات بعید ہیں۔ اس لئے کہ نئے آنے والے کی حالت ایک بچے کی سی ہوتی ہے۔ ایک ایسے بچے کی سی حالت ہے جس کے کان میں اذان دینے کا حکم ہے اور جس کے دوسرے کان میں تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ پس بڑے لوگوں میں سے بھی بعض

بچے اسلام کو ملتے ہیں آنحضرت ﷺ نے پہلے دن کے بچے سے متعلق ہماری تربیتی ذمہ داریوں کو ایسے خوبصورت رنگ میں بیان فرما کر ان بڑے بچوں کی طرف بھی ہمیں متوجہ فرما دیا جو بعد ازاں اسلام میں داخل ہونے والے ہیں۔ اگر چھوٹے سے بچے کو جس کو ایک لفظ بھی بات کا سمجھ نہیں آتا، سمجھانا اسی دن سے شروع کرنا ضروری ہے جس دن وہ خدا تعالیٰ آپ کی گود میں ڈالتا ہے تو وہ بڑے بچے جو زبانیں بھی سمجھتے ہیں، جو بالغ نظر ہیں یا بالغ نظر نہیں تو کم سے کم بلوغت کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ان تک بات پہنچانا اور سمجھا کر پہنچانا بدرجۂ اولیٰ فرض ہے۔ پس یہ بہت ہی بڑی ذمہ داری ہے جو جماعت کے اوپر ڈالی گئی ہے اور کثرت کے ساتھ لوگوں کا فوج در فوج داخل ہونا ہمیں انتباہ بھی کر رہا ہے کہ اگر تم نے بروقت ان ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا تو تمہارے لئے اور آئندہ بنی نوع انسان کے لئے خطرات در پیش ہو سکتے ہیں۔ عدم تربیت یافتہ اور رنگ میں بھی دنیا کے لئے خطرات کا موجب بن جاتے ہیں کیونکہ وہ عقائد کے لحاظ سے بعض دفعہ نئی نئی باتیں گھڑ لیا کرتے ہیں۔

چنانچہ اسلام کی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں تو بہت سے بدعقائد جو آج مسلمانوں میں رائج دکھائی دیتے ہیں وہ باہر سے آنے والی قوموں کی پیداوار تھے۔ بہت سے فرقوں کی بنیاد اسی طرح ڈالی گئی۔ چنانچہ بادشاہ کا بیٹا بادشاہ ہونے کا تصور چونکہ ایران میں قدیم سے چلا آ رہا تھا اس لئے دراصل شیعّیت کی بنیاد مکّے اور مدینے میں نہیں پڑی بلکہ ان دور کے علاقوں میں پڑی ہے جہاں ایسی قومیں بڑی تیزی سے اسلام میں داخل ہوئیں۔ جنہوں نے ہمیشہ سے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح دیکھا کہ جس مرتبے پر کوئی فائز تھا اس کے بیٹے نے اس مرتبے کو گویا ورثے میں پایا۔ پس ان کے لئے اسلام کا انتخاب کا طریق سمجھنا مشکل کام تھا۔ لیکن یہ خیال کر لینا کہ آنحضرت ﷺ کے جو خون کے لحاظ سے قریب ترین ہے اگر بیٹا نہیں تو اس کے متبادل جو بھی ہے، اس کو روحانی وارث ہونا چاہئے۔ یہ بہت آسان کام تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آسمان پر زندگی کا عقیدہ دیکھیں۔ یہ بھی عیسائیوں کے فوج در فوج داخل ہونے کے نتیجے میں ان کے ساتھ چلا آیا اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر آپ کی بعثت ثانیہ کا ذکر موجود تھا اگر چہ آسمان پر چڑھائے جانے کا کوئی ذکر نہیں تھا لیکن ان آنے والوں نے ان احادیث سے ان پیشگوئیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ دوسرا پہلو بھی مسلمانوں میں داخل کر دیا تو کئی قسم کے فتنے ہیں جو نئے آنے والوں کے ساتھ آ کر پہلوں میں داخل ہو جاتے

ہیں۔کئی قسم کی خامیاں ہیں جو پہلے نئے آنے والوں کو دے دیتے ہیں اگر ان کی اپنی تربیت نہ ہو۔ اس لئے قرآن کریم نے یہ بہت ہی عظیم الشان، حکیمانہ نصیحت فرمائی اور یہ تاکیدی نصیحت فرمائی کہ اول تو بہترین بات تو یہ ہوتی کہ سارے مومن ہمہ تن اس کام پر لگ جاتے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ تم لوگوں کو اور کام ہیں اور مصروفیات ہیں اس لئے باری باری تم میں سے گروہ در گروہ ایسے لوگ ہوں جو اپنے آپ کو وقف کریں۔ وہ دین کی تربیت اس رنگ میں حاصل کریں کہ ان کو تفقہ حاصل ہو جائے اور تفقہ کے نتیجے میں وہ دوسروں کی تربیت کرنے کے اہل بن جائیں۔اس طریق پر وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکیں گے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف وہی چند لوگ ہوں جو ایک دفعہ آئے ہیں۔اس آیت سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہاں ایک سلسلہ جاری کرنے کا حکم ہے اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ایک وقت میں کچھ آجائیں۔ پھر دوسرے وقت میں دوسرے آجائیں۔ پھر تیسرے وقت میں تیسرے آجائیں اور اس طرح گویا رفتہ رفتہ پوری قوم اس تربیتی دور سے خود بھی گزر جائے اور دوسروں کی تربیت کرنے کی بھی اہل ہوتی چلی جائے۔

اس سے ملتا جلتا ایک نظام جماعت احمدیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جاری فرمایا تھا جس کا نام وقف عارضی ہے۔ بہت سے پہلوؤں سے وہ نظام اس نظام سے ملتا ہے۔کئی پہلوؤں سے ذرا مختلف بھی ہے لیکن اس نظام کی بھی اپنی جگہ شدید ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کچھ عرصہ سے جماعت اس پروگرام سے آنکھیں بند کئے رہی ہے۔اب جب ہم نے مرکزی انتظام میں کچھ تبدیلی پیدا کی ہے اور اس شعبے کے سربراہ زیادہ توجہ دے رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان سے یہ خوش کن خبریں مل رہی ہیں کہ اب پہلے سے بڑھ کر لوگ وقف عارضی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔

یہ جو خطرات میں نے بیان کئے ہیں۔ پاکستان میں بھی خطرات تو ہیں لیکن ذرا مختلف رنگ میں یہاں تو یعنی افریقہ میں یا دوسرے ممالک میں جہاں جماعتیں کثرت سے پھیل رہی ہیں، وہاں تو نئے آنے والوں پر حملہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں پرانوں پر حملہ ہو رہا ہے خصوصاً ان نسلوں پر جو پیدائشی احمدی ہیں جنہوں نے احمدیت کمائی نہیں ہے بلکہ ورثے میں پائی ہے۔ایک لمبے عرصے تک عدم توجہ کے نتیجے میں بعض پاکستانی دیہات میں ایسی احمدی نسلیں پیدا ہوئیں جن کو اپنے عقائد کا خود پوری

طرح علم نہیں۔جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے استفادہ نہیں کیا۔ جن کو جماعت کے طور اطوار اور رہن سہن کے اور عادات اور خصائل سے بھی پوری واقفیت نہیں ہے بلکہ بہت سے ایسے علاقے بھی ہیں، بہت سے تو نہیں مگر چند ایسے علاقے اور دیہات ہیں جہاں ان کا اٹھنا بیٹھنا طرز زندگی، رسم ورواج سب اردگرد کے ماحول سے متاثر ہو کر غیر احمدی ماحول کے رنگ میں رنگے گئے ہیں اوران کو دیکھ کر ان کے گھروں کے رہن سہن کو دیکھ کر، ان کے گفتگو کے سلیقے کو دیکھ کر نمایاں طور پر کوئی امتیاز دکھائی نہیں دیتا۔ان کی شادیاں ان کے غیر احمدی رشتے داروں میں ہوگئیں۔ان کے گھر کی مستورات نے دوسری مستورات سے اس قسم کی بیہودہ پرانی رسمیں ورثے میں لے لیں اور چونکہ وہ اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ رہا، اس لئے عملاً روزمرہ کی زندگی میں ان میں اور مخلص تربیت یافتہ احمدی گھروں میں ایک نمایاں بعد پیدا ہو گیا اور غیر احمدی گھروں کے ساتھ مل جل کر وہ اسی معاشرے کا ایک حصہ بن گئے۔ان کی طرف بھی توجہ کی شدید ضرورت ہے۔چنانچہ جہاں بھی اکا دکا ارتداد کے واقعات ہوئے ہیں وہاں ایسے ہی لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ اتنے غیر معمولی دباؤ کے باوجود اور بعض علاقوں میں ایسی شدید کمزوریاں ہونے کے باوجود اتنا تھوڑا ارتداد ہوا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔خدا تعالیٰ کی تقدیر نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے احمدیوں کو تھام رکھا ہے ورنہ اتنے غیر معمولی دباؤ کے نتیجے میں تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں تلے سے تختے نکل جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی سہارا دیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے غافل رہیں۔قرآن کریم نے کھول کر جو ذمہ داریاں ہم پر ڈالی ہیں ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہلے سے بڑھ کر آج کے حالات میں سرانجام دیں اوران نصائح سے فائدہ اٹھائیں جو ہماری دنیا بھی سنوارنے والی ہیں اور آخرت بھی سنوارنے والی ہیں۔

پاکستان کے لئے تو اسی رنگ میں کثرت کے ساتھ واقفین عارضی کا جماعتوں میں بھجوایا جانا ضروری ہے جیسے پہلے چلتا چلا آرہا ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا کچھ فرق ہے۔قرآن کریم کی نصیحت یہ ہے کہ پہلے ان کو بلاؤ ان کی کچھ تربیت کرو پھر ان کو بھیجو۔جو ہمارے ہاں وقف عارضی کا نظام جاری ہے اس میں جو شخص جس حالت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اسی حالت میں اس کو بھجوا دیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں میں نے غور کیا ہے تو میرے خیال میں کچھ عملاً دقتیں بھی ہیں۔غالباً یہ ممکن

نہیں ہے کہ پاکستان کے ہر حصے سے لوگ وقف کرتے ہوئے ربوہ پہنچ جائیں پہلے وہاں جا کر تربیت حاصل کریں پھر واپس لوٹیں لیکن ضلعی طور پر بعض جگہ یہ انتظام ممکن ہے۔اسی طرح کچھ لوگ اگر اپنے آپ کو لمبے عرصے کے لئے وقف نہ کر سکتے ہوں اور تربیت کے لئے ان کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ وہ خود آ کر تفقہ کریں تو اس کا ایک متبادل طریق ہے کہ وقف عارضی کا شعبہ پرانے واقفین عارضی کی فائلوں کا مطالعہ کر کے اس سے ایسے اقتباسات الگ کرلیں جو نئے واقفین کی تربیت کے لئے مفید ہو سکیں۔ان فائلوں میں کثرت سے ایسا مواد موجود ہے جس کو پڑھنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمارے نئے واقفین کو ایک نئی روشنی عطا کرے گا۔وہاں بہت سے ایسے روحانی تجارب ہیں جن کا ذکر ملتا ہے کہ اگر چہ ایک آدمی ادنیٰ روحانی حالت لے کر وقف میں گیا لیکن وہاں خدا کے فضل کے ساتھ ایسے نشانات دیکھے اور ایسے روحانی تجارب نصیب ہوئے کہ ایک نئی روحانی زندگی لے کے لوٹا ہے اور ان واقعات کا مطالعہ بہت ہی ایمان افروز ہے۔ پھر جماعتوں کی کمزوریوں کے ذکر ملتے ہیں کہ کیا کیا کمزوریاں ہیں۔ایک واقف عارضی کو کیا کیا مشکلات در پیش ہوتی ہیں۔غرضیکہ بہت سے لمبے تجربے کے نتیجے میں عملاً ہمارے لئے تربیت کا مواد اکٹھا ہو چکا ہے۔اس کو ایک بڑی کتاب کی صورت میں نہ سہی بلکہ نہیں کرنا چاہئے۔مختلف رسالوں کی صورت میں شائع کریں۔کوئی نظام سے تعلق رکھنے والا رسالہ ہو کہ آپ نے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا، کچھ جماعتی حالات کے متعلق کہ اس قسم کے حالات آپ کو در پیش ہوں تو آپ کو کیا کرنا چاہئے پھر ایمان افروز واقعات سے متعلق رسائل ہوں ان کو طبع کرا کر جب کوئی شخص اپنے آپ کو عارضی طور پر وقف کے لئے پیش کرتا ہے تو اس کو تحفتہً ایک پیکٹ بھجوائیں اور اس کو کہیں کہ خوب اچھی طرح ان کا مطالعہ کرے اور اپنے آپ کو جانے کے لئے تیار کرے۔

اس کے علاوہ بہت ہی ضروری ہے کہ جب پتہ چل جائے کہ فلاں شخص واقف عارضی ہے تو اسی جگہ سے جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے لئے ابتدائی قرآن کریم کا ناظرہ سکھانا اور کچھ حصہ ترجمے کے ساتھ یاد کروانا اور کچھ حصہ عربی گرائمر کے ساتھ ترجمہ یاد کروانا، یہ کام بہت ہی ضروری ہے اسے فوراً شروع کروا دینا چاہئے۔ یہ بڑے لمبے تربیت کے مراحل ہیں یہ کوئی جنتر منتر نہیں ہے کہ جو آپ پھونکیں تو چند دنوں میں ہی آپ کو نتیجے حاصل ہو جائیں۔ پہلے تو لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ دین کی طرف متوجہ

ہوں ایک بڑا امر حلہ یہ ہے پھر جو آمادہ ہو جائیں ان کیلئے اساتذہ کا مہیا کرنا یہ بہت بڑا امرحلہ ہے۔ پھر کس طرح پڑھایا جائے۔ کیا پڑھایا جائے؟ جب آپ اس مضمون میں داخل ہوتے ہیں تو مرحلہ در مرحلہ اور مراحل ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک کوحل کریں پھر دوسرا، دوسرے کوحل کریں تو تیسرا۔

اب میں جب چند دن ہوئے ہارٹلے پول گیا وہاں نو مسلم احمدی جماعت خدا کے فضل سے بڑی مخلص ہے اور ہر جانے والا دیکھ کر یہ تاثر لیتا ہے کہ اللہ کے فضل سے بہت ہی مستحکم، بہت ہی عمدہ بہت ہی اخلاص سے بڑھی ہوئی جماعت ہے۔ اس میں شک نہیں لیکن جب تربیت کے لحاظ سے ٹٹولیں تو علمی کمزوریوں کے لحاظ سے اتنے کثرت سے خلاء دکھائی دیتے ہیں کہ انسان اس سے خوف محسوس کرتا ہے کہ ان خلاؤں کو پر کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی نظام نہیں ہے۔ یہاں لندن مسجد میں ہی ایک دوست تشریف لائے تھے یہاں ان کی بڑی عمر میں آمین ہوئی انہوں نے قرآن کریم ناظرہ بڑا اچھا پڑھنا سیکھا تو انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ اب تو اللہ کے فضل سے قرآن کریم پڑھنے والے مل گئے لیکن ان کو ترجمہ نہیں آتا۔ اب جب میں گیا ہوں۔ ان سے میں نے پوچھا تو پتہ لگا بغیر ترجمے کے سب پڑھا تھا تو سوال یہ ہے کہ ترجمہ سکھانا پھر آگے ایک بہت بڑا کام ہے۔ ان سے میں نے گفتگو کی۔ وہ اس بات پر آمادہ تھے کہ شروع میں آہستہ لیکن عربی زبان کے بنیادی قواعد سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ترجمہ سیکھیں بجائے اس کے کہ صرف عربی پڑھ لی اور پھر انگریزی میں ترجمہ یاد کر لیا کیونکہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب نہیں ہے جس کو خالصتہً ترجمے کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم سے براہ راست استفادے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ترجمے کی بنیادوں سے انسان واقف ہو۔ یہ پتہ ہو کہ یہ ترجمہ کیوں کیا جارہا ہے۔ عربی زبان میں فاعل کیا ہوتا ہے، مفعول کیا ہوتا ہے۔ مفعول عربی میں کیا ہوتا ہے۔ اسم اور خبر کس کو کہتے ہیں۔ غرضیکہ بہت سی اصطلاحیں ہیں۔ ان سے میں اس وقت آپ کے دماغوں کو بھرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ مثال دینا چاہتا ہوں کہ ترجمہ پڑھ لینا یعنی عربی پڑھنے کے بعد ساتھ لکھا ہوا ترجمہ پڑھ لینا ایک اور بات ہے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچتا ہے لیکن براہ راست قرآن کریم سے استفادہ کے لئے اس کے مضامین میں غوطہ خوری کے لئے نہایت ضروری ہے کہ بنیادی عربی گرائمر سے کچھ واقفیت ہو اور پتہ ہو کہ یہ ترجمہ کیوں کیا جارہا ہے۔ جب وہ شروع کریں گے تو پھر آگے اور مسائل پیدا ہوں گے پھر علم کی نئی کھڑکیاں کھلیں گی۔ پھر نئے میدان سامنے

آئیں گے، نئی چوٹیاں ظاہر ہوں گی ایک لامتناہی سفر ہے اس سفر کا ایک چھوٹا سا نمونہ میں نے انگلستان میں آپ کے سامنے رکھا ہے یعنی جتنے نومبائعین ہیں ان میں سے آج تک میرے علم میں صرف یہ ایک انگریز ہیں جنہوں نے پورا قرآن کریم ناظرہ پڑھ لیا ہے۔اور باقی سارے اس کے بغیر پڑھے ہوئے ہیں سوائے ان واقفین کے جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا اور باقاعدہ جامعہ میں تربیت حاصل کی اللہ کے فضل سے عالم دین بننے میں ان کی بات نہیں کر رہا۔عوام الناس میں جتنے بھی نئے احمدی ہوئے ہیں ان کا یہی حال ہے پھر آپ پاکستانیوں میں سے احمدی ہونے والوں کا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ وہ اخلاص میں ترقی کریں بھی۔اس کے باوجود ان کے اندر علمی خلاء دکھائی دیں گے اور جماعت کے عقائد کے لحاظ سے ان کی گہرائی میں اترنے کے لئے ان کو ابھی کئی سفر کرنے ہیں۔اس پہلو سے تفقه فی الدین حاصل کرنا اس طریق پر جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے یہ بے حد ضروری ہے اور وقف عارضی کو اس کے ساتھ متعلق کرنا چاہئے جہاں جہاں بھی وقف عارضی کا نظام جاری ہے اور اللہ کے فضل سے لوگ اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں اس کو قرآن کریم کی اس آیت کی نصیحت کے تابع کر کے اگر مرکز میں نہیں بلایا جاسکتا تو جس جگہ بھی ممکن ہے وہاں ان کا انتظام کرنا چاہئے اور کچھ تربیت ضروری ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عارضی طور پر تربیتی لٹریچر شائع کر کے ہی کسی حد تک ہم کمزوریوں کو دور کر سکتے ہیں۔

دیکھیں قرآن کریم نے بڑے خوبصورت انداز میں سارے امکانات کو کھلا رکھا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ مرکز میں پہنچیں وہ لوگ کیونکہ یہ ناممکن ہے۔اسلام جو ساری دنیا میں پھیل رہا ہو کیسے ممکن ہے کہ ہر جگہ سے لوگ آکر ایک مرکز اسلام میں پہنچ کر وہاں سے دین سیکھیں۔فرمایا فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ۔ نَفَرَ کا مطلب دو طریق پر سمجھا جاسکتا ہے۔ایک تو یہ کہ ان میں سے نتھر کر الگ ہو جائیں۔کچھ ایسے لوگ ہوں جو جہاں بھی ہیں یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم یہ امتیاز حاصل کریں گے کہ ہم نے دین میں تفقہ حاصل کرنا ہے۔پس ظاہری طور پر وہ اپنے مقام کو نہ بھی چھوڑیں تو وہیں جہاں وہ موجود ہیں ان کے لئے تفقه فی الدین کا انتظام ہونا ضروری ہے۔دوسرا ہے نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ کا ظاہری نفر۔یعنی وفود بن کر باقاعدہ ان میں سے ایک طبقہ سفر اختیار کرے اور وہ سفر خالصةً دین حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جائے تو پیشتر اس

کے کہ یہ دین پہنچانے کے لئے لوٹیں ، دین حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کریں۔ظاہر بات ہے یہ مسلمان ہیں ورنہ انہوں نے کہیں دین حاصل کرنے کے لئے کیوں پہنچنا ہے اور پھر ذکر ہی۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً مومنوں سے شروع کیا گیا ہے۔

پس اس پہلو سے اس نظام کو وقف عارضی کا نظام بنانا ضروری ہے۔ ورنہ وقف عارضی سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جا سکے گا اور جو پاکستان کے علاوہ ممالک ہیں۔ انگلستان ہے یا جرمنی ہے یا ناروے ہے۔اس طرح افریقن ممالک ہیں، ہندوستان میں آج کل خدا کے فضل سے کثرت سے تبلیغ ہو رہی ہے اور جوق در جوق بعض جگہ لوگ اسلام یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔ان سب جگہوں میں وقف عارضی کے نظام کو دوبارہ زندہ کرنا بے حد ضروری ہے اور جن ذیلی تنظیموں کے سپرد بھی میں نے یہ کام کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم دیں وہ وقف عارضی کے نظام کے علاوہ اپنے دائرے میں مختصر ایسی کلاسز کا انتظام کر سکتے ہیں۔ایسے تربیتی انتظامات جاری کر سکتے ہیں۔جن کے نتیجے میں جن لوگوں کو انہوں نے قرآن کریم سکھانا ہے ان میں سے کچھ لوگ پہلے چن لئے جائیں اور ایک جگہ نہیں کہ ضرور لندن ہی بلایا جائے یا ضرور کسی بڑی مرکزی جماعت میں ہی بلایا جائے۔ جہاں جہاں ممکن ہے وہاں مختصر پیمانے پر تفقہ فی الدین سکھانے کا انتظام کرا دینا چاہئے۔اس کے لئے آج کل جو ماڈرن Devices ہیں، میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی، کیسٹس ہیں، وڈیوز ہیں، چھوٹا چھوٹا تربیتی لٹریچر ہے اس کو بھی شائع کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو ذاتی تربیت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ وہ محض لٹریچر یا وڈیوز وغیرہ کے ذریعہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ متبادل چیزیں ہیں۔تیمّم کا رنگ رکھتی ہیں۔قرآن کریم نے جو زور دیا ہے وہ اس بات پر ہے کہ ذاتی تربیت کی جائے اور ذاتی تربیت اسی طرح ممکن ہے کہ کچھ لوگ آئیں۔آپ ان کو سکھائیں۔ان کو سکھانے کے لئے ان آلات سے مدد بے شک لیں مگر مربی ہونا ضروری ہے کوئی تربیت دینے والا آپ کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مہیا کیا جائے اور پھر اس کے تابع آپ ان کو سمجھا کر خواہ تھوڑا سمجھائیں لیکن کچھ سمجھا کر واپس بھیجیں اور ان کو کہیں کہ یہ تم آگے جاری کردو۔پس قرآن کریم نے جو نظام جاری کیا ہے وہ اس وقف عارضی کے موجودہ نظام سے بھی کچھ مختلف ہے اور بعض اہم پہلوؤں سے مختلف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اور قرآن کریم کی جو کلاسز کا ہمارے ہاں رواج ہے اس سے بھی مختلف ہے۔

قرآن کریم کے جو درس جاری کئے جاتے ہیں یا سالانہ کلاسز کا انتظام کیا جاتا ہے اس میں آپ طالب علموں کو بحیثیت طالب علم کچھ سکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے استاد بنانا ہے۔ طالب علم نہیں بنانا۔ اب ان دو باتوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بچے کو اس غرض سے پڑھایا جائے کہ وہ خود بات سمجھ لے اور اس کی ذات تک اس کو علم حاصل ہو جائے۔ یہ ایک اور بات ہے لیکن اس نیت سے پڑھایا جائے کہ وہ جا کر دوسروں کو پڑھا سکے۔ یہ ایک بالکل اور بات ہے۔

چنانچہ میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے ہٹلر کے ایک جرنیل کی تجویز کا کہ جب جرمنی میں یہ پابندی تھی کہ ایک لاکھ سے زیادہ جرمن فوج نہیں ہوسکتی یعنی جرمن قوم ایک لاکھ سے زیادہ فوج رکھ نہیں سکتی تو اس قابل جرنیل نے یہ تجویز ہٹلر کے سامنے پیش کی کہ بجائے اس کے کہ ہم ایک لاکھ سپاہی پیدا کریں۔ کیوں نہ ہم ایک لاکھ سپاہی بنانے والے افسر بنادیں تعداد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ایک لاکھ ہی رہے گا لیکن بجائے اس کے کہ ہم شاگرد بنائیں۔ استاد پیدا کرتے ہیں۔ یہ ترکیب بڑی مشہور ہوئی اور دنیا میں بعد میں بھی بڑے بڑے اس پر تبصرے کئے گئے۔ چرچل نے اپنی مشہور کتاب میں بھی اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اس کے دماغ کی ایک حیرت انگیز Brain Wave تھی جس نے ساری جرمن قوم کی کایا پلٹ دی اور ہماری آنکھوں کے نیچے حیرت انگیز طور پر اس قوم میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ آخری شکل میں لکھوکھہا بلکہ قریباً ایک کروڑ تک سپاہی پیدا کر سکے ہیں۔ تو یہ ترکیب جو اس کے دماغ کی Wave بتائی جاتی ہے آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو خود سکھائی تھی۔ اور اسی آیت میں اس کا بیان ہے۔ فرمایا: دیکھو ایسے طالب علم نہ تیار کرو جو علم کو اپنی ذات تک رکھیں اور خود علم حاصل کریں بلکہ ایسے اساتذہ تیار کرو جو **تفقه فی الدین** حاصل کرنے کے بعد بطور استاد اپنی قوموں کی طرف واپس لوٹ سکیں۔

اس پہلو سے افریقہ میں ہمیں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ کئی ایسے ممالک ہیں جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے کثرت کے ساتھ احمدیت پھیلنی شروع ہو چکی ہے اور عیسائیوں میں سے بھی لوگ بڑی کثرت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور غیر احمدی مسلمانوں میں سے بھی، وہاں کے امراء کے لئے ضروری ہے کہ ان میں تحریک کر کے صرف وہاں جا کر تربیت کے لئے اپنے مربیوں کو

نہ بھجوائیں۔ جیسا کہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھجوا رہے ہیں بلکہ ان میں سے واقفین عارضی لیں اوران کو یہ کہیں کہ جہاں ہم تمہارے لئے جگہ مقرر کرتے ہیں وہاں آکر دین کو اتنا ضرور سیکھنا ہے کہ تم دوسروں کو سکھا سکو اور پھر اس نظام کو سارا سال جاری رکھیں تا کہ یہ ٹولیاں ادلتی بدلتی رہیں آج ایک ٹولی ایک جگہ سے آئی ہے اور جا کے کام میں مصروف ہوگئی۔کل ایک دوسری ٹولی آگئی، پرسوں ایک اور ٹولی آگئی، گویا کہ اس طرح ایک جاری کلاس کا انتظام ہو۔ اس کے لئے ان کو چاہئے کہ پورا نظام مقرر کریں اس کا بجٹ بنائیں اور مجھے مطلع کریں کہ اس قسم کا نظام ہم نے جاری کیا ہے اور ضروری نہیں ہے کہ ایک جگہ ہو جیسا کہ میں نے قرآن کریم کی آیت سے آپ کو سمجھایا ہے۔قرآن کریم نے کسی خاص جگہ کا ذکر نہیں فرمایا اور یہ انسانی سہولتوں اور مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان فرمایا گیا ہے۔اس لئے جہاں ممکن ہے۔ جہاں آپ کو اساتذہ مہیا ہو سکتے ہیں اور کم سے کم محنت سے زیادہ سے زیادہ بہترین انتظام جاری کیا جا سکتا ہے وہاں آپ یہ نظام جاری کریں۔

خدام اور انصار اور لجنات قرآن کریم سکھانے اور نمازیں سکھانے کے اپنے پروگرام میں مضمون کو پیش نظر رکھیں اور وہ بھی ایک تربیتی اور تعلیمی نظام جاری کر دیں جو سارا سال کام کرتا رہے۔ اس طریق پر جب ہم کام کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ جس کثرت کے ساتھ دنیا میں اسلام پھیلے گا اسی رفتار کے ساتھ ساتھ اسلام کا روحانی نظام مستحکم ہوتا چلا جائے گا اور جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوگا وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامل طور پر ایک ایسے نظام کا حصہ بن جائے گا جو اس کو سنبھالنے والا ہوگا اور نئے آنے والوں کو سنبھالنے والا ہوگا۔ان کی ذہنی اور علمی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہوگا۔ان کی اخلاقی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہوگا اور وہ ایک ٹھوس مستقل نظام کا جزو بن کر ایک عظیم قافلے کے طور پر شاہراہ اسلام پر آگے بڑھنے والے ہوں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ کچھ لوگ داخل ہوئے۔ رپورٹوں میں ذکر آگیا۔نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوگئے اور پھر دو سال چار سال کے بعد نظر ڈال کے دیکھی تو پتا چلا کہ وہ سارے علاقے آہستہ آہستہ عدم تربیت کا شکار ہو کر واپس اپنے اپنے مقام پر چلے گئے ہیں۔ یہ وہ خطرات ہیں جن کے پیش نظر قرآن کریم نے حیرت انگیز طور پر ایسی خوبصورت نصیحت ہمارے سامنے رکھی ہے کہ مضمون کے ہر پہلو پر نظر ڈالتے ہوئے نہایت ہی عمدہ الفاظ میں کامل احتیاطوں کے ساتھ ایک ایسا مضمون ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے کہ جس کے اندر ہماری ساری تربیتی ضرورتیں پوری ہوتی

دکھائی دیتی ہیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان نصیحتوں پر عمل کرے گی اور بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ استحکام کا پروگرام بھی جاری ہو جائے گا۔

جہاں تک پاکستان میں غیر احمدی علماء کا یا اور مخالفین کا یا حکومت کے کارندوں کا زور لگانے کا تعلق ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اللہ کے فضل سے وہ اس میں ناکام ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ درست ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں جماعت کے متعلق پھیلائی گئی ہیں اور جس تیزی کے ساتھ جماعت نے پھیلنا شروع کیا تھا اس تیزی کے ساتھ وہاں اب نہیں پھیل رہی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو ان کی انتہاء تھی وہاں تک وہ پہنچ چکے ہیں اور اب وہاں سے واپسی شروع ہو چکی ہے۔ میں نے بڑی باریک نظر سے اس تمام عرصے کا جائزہ لیا ہے اور سال بہ سال مقابلہ کر کے دیکھا ہے۔ میں آپ کو بڑے وثوق کے ساتھ یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ جو تبلیغ میں کمزوری آئی تھی، وہ دور بھی اب اپنی انتہا تک پہنچ کر واپس ہونا شروع ہو گیا ہے جتنا زیادہ سے زیادہ زور لگا کر نقصان پہنچا سکتے تھے وہ پہنچا چکے اور کوئی ایک مہینہ بھی ایسا نہیں آیا بلکہ کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب کہ جماعت احمدیہ پھیل نہ رہی ہو۔ اگرچہ کم رفتار سے پھیلی لیکن پھیلی ضرور ہے۔ اتنے حیرت انگیز دباؤ میں جماعت کا پھیلتے چلے جانا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیر معمولی قدرت کا نشان ہے اور جس کثرت کے ساتھ وہ مرتد کرنا چاہتے تھے اس کا ہزارواں حصہ بھی ان کو نصیب نہیں ہوا اور چند ایک جو مرتد ہوئے اس کے مقابل پر سینکڑوں نئے احمدی اور بہتر لوگ اور مخلص لوگ جماعت کو عطا ہوتے رہے مگر اب وہ جو کمزوری کا حصہ تھا اور وہ دور اب طاقت کے دور میں تبدیل ہونا شروع ہو چکا ہے کیونکہ ایک دو سال سے اطلاعوں کے مطابق مولویوں کی تیزی کے باوجود لوگ احمدیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس نظام کو اور مضبوط کرنا بہت ضروری ہے۔ وہ جتنا بھی زور لگائیں یہ ایک بات یقینی اور قطعی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کئے ہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ پورا کرتا چلا آیا ہے اب بھی ضرور پورا کرتا رہے گا اور کوئی نہیں جو اس کو بدل سکے لیکن اگر ہم اپنے اندر مزید پاک تبدیلیاں پیدا کریں تو ان وعدوں کے ہم ایسے مستحق بن جائیں گے کہ وہ خدا نے پورے تو کرنے ہی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام اور عزت اور اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورے کرنے ہوں کہ میں نے اپنے ایک پاکیزہ وفادار بندے

سے وعدے کئے تھے ان کو میں ضرور پورا کروں گا تو یہ مضمون اپنی جگہ ایک طرف ہے۔ایک دوسرا مضمون اس میں یہ داخل ہو جاتا ہے کہ جماعت اپنے آپ کو ان وعدوں کا مستحق بنا دے۔ایسی صورت میں خدا کے فضل اس کثرت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں کہ صرف وعدوں کو پورا کرنے کی ایک وجہ نہیں رہتی بلکہ جماعت زبان حال سے خدا تعالیٰ سے یہ فضل مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم بھی تو مستحق ہیں۔ہم نے بھی بڑی وفا کے ساتھ بڑے صبر آزما دور میں اپنے تعلق کو تیرے ساتھ قائم رکھا ہے۔ بڑی قربانیاں دی ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو تو نے وعدے کئے ہیں وہ تو تو نے پورے کرنے ہی ہیں۔ہم پر اس کے علاوہ بھی احسان فرما اور اس کثرت کے ساتھ ہم پر فضل نازل فرما کہ دشمن دیکھے کہ تیری محبت بارش کے قطروں کی طرح ہم پر برس رہی ہے اور وہ موسلا دھار بارش بنتی چلی جارہی ہے۔یہ وہ دعا ہے جو دعا کرتے ہوئے اہلیت کی خاطر قرآن کریم کی نصائح پر عمل کرتے ہوئے ایک مضبوط نظام کے تابع اپنی تربیت کی طرف توجہ کریں اور نئے آنے والوں کی تربیت کی طرف توجہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس پڑھ کر میں اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

> ”یہ لوگ خود سوچ لیں کہ اس سلسلہ کے برباد کرنے کے لئے کس قدر انہوں نے زور لگائے اور کیا کچھ ہزار جانکاہی کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے یہاں تک کہ حکام تک جھوٹی مخبریاں بھی کیں خون کے جھوٹے مقدموں کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے“۔

یہ جو واقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہو رہے تھے یہ سارے واقعات آج کثرت کے ساتھ پاکستان میں ہو رہے ہیں۔اس کثرت سے جھوٹی گواہیاں احمدیوں کے خلاف دی جارہی ہیں کہ بعض دفعہ غیر احمدی جج حیران ہو جاتا ہے اور وہ مولویوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے خدا کا خوف کرو تم نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں اسلام کے نام پر گواہی دینے آئے ہو اور اتنے جھوٹ بول رہے ہو۔کہتا ہے مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ تم جھوٹے کہتا ہے مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔چنانچہ بعض مقدموں میں احمدیوں کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے ان مجسٹریٹوں نے یا

جج نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ الف سے لے کری تک سارا مقدمہ جھوٹ پر مبنی ہے اور جتنے بڑے بڑے علماء گواہی دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے سب جھوٹے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس قسم کے سلوک کا آغاز آج سے تقریباً سو سال پہلے ہو چکا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب باتوں سے خود گزرے ہیں۔ اس لئے پاکستان کے لوگ یہ نہ خیال کریں کہ وہ کوئی قربانیوں کے نئے میدانوں میں داخل ہوئے ہیں ان میدانوں میں داخل ہوئے ہیں جن کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہو چکا تھا اور سب سے زیادہ مصیبتیں اس راہ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھیلی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> ’’اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا اور ہزار ہا اشتہار اور رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے فتوے میری نسبت دیئے اور مخالفانہ کارروائیوں کے لئے کمیٹیاں کیں‘‘

یہ سارے کام جو آج پاکستان میں ہو رہے ہیں ان کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو نشانہ بناتے ہوئے کیا جا چکا تھا۔

> ’’مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ضرور ان کی جان توڑ کوششوں سے یہ تمام سلسلہ تباہ ہو جاتا۔ کیا کوئی نظیر دے سکتا ہے کہ اس قدر کوششیں کسی جھوٹے کی نسبت کی گئیں اور پھر وہ تباہ نہ ہوا بلکہ پہلے سے ہزار چند ترقی کر گیا۔ پس کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحہ ہستی پر اس کا نام ونشان نہ رہے مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور تک چلی گئیں اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزارہا پرندے اس پر آرام کر رہے ہیں‘‘۔
>
> (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ: ۳۸۴،۳۸۳)

آج جماعت احمدیہ اپنے روحانی آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے یہ عرض کر سکتی ہے کہ اے ہمارے آقا! اب یہ درخت ہزاروں کو نہیں بلکہ لاکھوں کو پناہ دے رہا

ہے اور ایک دو ملکوں میں نہیں بلکہ ایک سو بیس ملکوں میں اس کی شاخیں پھیل چکی ہیں اور کثرت کے ساتھ روحانی پرندے اس درخت پر آکر اس سے استفادہ کررہے ہیں۔ اس کے پھل کھا رہے ہیں اس کی چھاؤں میں پناہ لے رہے ہیں پس یہ وہ درخت ہے جس کی آبیاری ہم نے کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس درخت کو ہمیشہ بیماریوں سے پاک رکھتے ہوئے صحت اور توانائی کے ساتھ پھولنے اور پھلنے میں اگر ہمارے خون کی بھی اس کی سیرابی کے لئے ضرورت پیش آئے تو ہمیں اپنے کامل اخلاص کے ساتھ اس خون کو اس درخت کی آبیاری کے لئے پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔